١١٠٢

حضرت امام زین العابدینؑ

تحریر

مؤسسہ در راہ حق -

پوسٹ بکس نمبر -

قم، ایران

ترجمہ

سید احمد علی عابدی

ادارہ نور اسلام،

امامباڑہ ، فیض آباد ، یو پی ، ہندوستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــــ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
تحریر ــــــــــ موسسہ در راہ حق، قم، ایران
پوسٹ بکس نمبر ۵ قم۔ ایران
ترجمہ ــــــــــ سید احمد علی عابدی
ناشر ــــــــــ مؤسسہ در راہ حق، قم، ایران
تعداد ــــــــــ پانچ ہزار
کاتب ــــــــــ موسیٰ کاظم بانی مرکز کتابت چوک فیض آباد
مطبع ــــــــــ چاپخانہ سلمان فارسی، قم، ایران
تاریخ اشاعت ــــ پہلا ایڈیشن ــــــــ ۱۹۸۲/۱۴۰۲

ملنے کا پتہ

ادارہ نور اسلام،
امامباڑہ، فیض آباد، یوپی،
ھندوستان

امامیہ آرگنائزیشن،
۷۔ عزاخانہ زہراء، عامل کالونی نمبر ۱،
سلجر بازار، کراچی۔ ۵
پاکستان

انتساب

جس نے ظلم کی بنیادیں متزلزل کردیں۔
جس نے قصرِ آمریت کو مسمار کردیا۔
جس نے سنگلاخ وادیوں میں اخلاق و کردار کے پھول کھلائے۔
جس نے ظلمت کدۂ شام میں توحید کی شمع روشن کی۔
جس کے استبداد کی آندھیوں اور تشدد کے طوفان میں نبوت کے چراغ روشن کئے۔
جس نے پابہ زنجیر ہو کر بھی آزادی کا درس دیا۔
جس نے فساد کے سمندر میں ڈوبتی ہوئی بشریت کو نجات کے ساحل تک پہنچا دیا۔
جس نے حسینؑ کی شہادت کا مقصد اجاگر کردیا۔

یعنی

حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی خدمتِ اقدس میں

گر قبول افتد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ناچیز
عابدی

باسمہ تعالیٰ

عرضِ مترجم

ابتدائے آفرینش سے انسان کی عادت یہ رہی ہے کہ وہ اپنے اعمال وکردار کے لئے ایک "نمونہ" چاہتا ہے۔ یا یوں عرض کیا جائے کہ ہمیشہ سے انسان کی سرشت میں تقلید کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ آج کل کی دنیا میں "تھیوری" سے زیادہ "پرکٹیکل" پر زور دیا جاتا ہے تاکہ انسان باقاعدہ اس کو سمجھ سکے۔ اور یہ "پرکٹیکل" (عملی نمونہ) کی ضرورت صرف علمی میدان میں منحصر نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور جب انسان کو عملی نمونہ خارجی دنیا میں نہیں مل پاتا تو انسان مجبور ہو کر اپنے ذہن میں اپنے تصورات کے مطابق ایک تصویر بنا تا ہے تاکہ اپنی زندگی کو اس کے منشار کے مطابق ڈھال سکے۔ اور ایسی مثالیں بہت ہیں۔ اور یہ ایک قسم کی علامتِ فقر ہے۔

لیکن اس میدان میں بھی مذہب شیعہ دوسروں سے بے نیاز ہے۔ اس مذہب کے دامن میں ایسے ایسے عملی نمونے موجود ہیں جو دنیا میں کسی بھی مذہب کے پاس نہیں ہیں۔ ہر قسم کے حالات کے اعتبار و لحاظ سے اعلیٰ سے اعلیٰ مثالیں موجود ہیں اور زندگی کا کوئی ایسا میدان نہیں ہے کہ جس میں شمع ہدایت نہ جل رہی ہو۔ اور لوگوں کی رہنمائی نہ کر رہی ہو۔

یہ عملی نمونے ہمارے ائمہ اطہار علیہم السلام کی زندگیاں ہیں جو زندگی کے ہر میدان میں شمع ہدایت بن کر چمک رہی ہے۔

اسی بنا پر قارئین کی خدمت میں حضرتِ امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کے مختصر حالات پیش کئے جا رہے ہیں۔

اس کتابچہ کو **مؤسسہ در راہ حق** قم ایران جو ایک علمی اور تحقیقی ادارہ ہے۔ اس کی ہیئت تحریریہ نے تحریر کیا ہے۔ یہ ادارہ اس وقت ایران میں عظیم کام انجام دے رہا ہے۔ اسلامیات کے موضوع پر جو سوالات جوانوں کی طرف سے ہوتے ہیں اس کا باقاعدہ جواب دیا جاتا ہے۔ اور مختلف موضوعات پر مفت کتابچے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ہم اس ادارہ کی ترقی اور حفاظت کے لئے بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہیں۔

اگر آپ کے ذہن میں بھی کوئی سوال تشنۂ جواب رہ گیا ہو تو اس کے لئے اس ادارے کو خط بھیج کر جواب دریافت کریں۔ اس موسسہ کا پتہ یاد رکھیں۔

مؤسسہ در راہ حق P0.B0x 13. قم۔ ایران۔

یا

نور اسلام امامباڑہ فیض آباد

سے رجوع کریں

مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رات کی تاریکیوں میں مدینے کے غرباء و فقراء کو روٹیاں تقسیم کرنے والے نے جب رحلت فرمائی تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ رات کی تاریکیوں میں خبر گیری کرنے والے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے۔

اسم مبارک :۔ علیؑ
والد بزرگوار :۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام۔
مادر گرامی :۔ جناب شہر بانو۔ (۱)
لقب :۔ زین العابدین۔ سجادؑ۔
تاریخ ولادت :۔ ۱۵ ر جمادی الاول ۳۸ھ (۲)
مکان ولادت :۔ مدینہ منورہ
تاریخ وفات :۔ ۲۵ ر محرم الحرام ۹۵ھ
قبر مطہر :۔ جنت البقیع۔ مدینہ منورہ

اخلاقِ امام

امام زین العابدین علیہ السلام کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص اس وقت امام کی خدمت میں آیا جبکہ اصحاب پروانہ کی طرح شمع امامت کے گرد جمع تھے۔ وہ شخص وارد ہوتے ہی

۱؎ اصول کافی ج۱ ص۴۶۶۔ ۲؎ مسار الشیعہ۔ شیخ مفید ص۳۱

امام کو برا بھلا کہنے لگا۔ اور سب کچھ کہنے کے بعد چلا گیا۔

امام نے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا۔ ابھی تم لوگوں نے اس کی باتیں سنیں اب ذرا میرے ساتھ چلو اور میرا ردِ عمل بھی دیکھو۔ (تربیت کرنے کا یہ بہترین انداز ہے۔)

اصحاب:- ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ لیکن اگر آپ اسی وقت جبکہ وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہا تھا اس کا جواب دیدیتے تو کیا بہتر تھا۔

امام اصحاب کے ساتھ اس شخص کے گھر کی طرف روانہ ہوتے اور راستہ میں اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرماتے جاتے تھے "والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین"[1] مومنین کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے۔ مومنین وہ ہیں جو غصہ کو روک لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیا کرتے ہیں اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اصحاب نے لب ہائے مبارک سے یہ آیۂ کریمہ سنی سمجھ گئے کہ امام بدلہ لینے کی غرض سے نہیں جا رہے ہیں بلکہ ابرِ کرم برسانے جا رہے ہیں۔ امام اس شخص کے گھر پر پہنچتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص سے کہہ دو کہ علیؑ بن الحسینؑ آیا ہے۔ وہ شخص امام کی آواز سنتے ہی سمجھا کہ امام بدلہ لینے کی غرض سے آئے ہیں۔ اسی بنا پر وہ جنگ کے لئے آمادہ ہو کر گھر سے باہر نکلا۔ تو خُلقِ عظیم کے وارث اس شخص سے یوں مخاطب ہوئے۔

بھائی! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم میرے پاس آئے تھے اور کچھ کہہ رہے تھے تو جو کچھ تم نے کہا ہے اگر وہ چیزیں مجھ میں پائی جاتی ہیں تو خدا مجھے معاف فرمائے۔ اور اگر وہ چیزیں مجھ میں نہیں پائی جاتی ہیں تو میں تیرے لئے بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہوں کہ خداوند تجھے معاف فرمائے۔

---

[1] سورۃ مبارکہ آل عمران آیۃ ۱۳۴

امام کا جواب سن کر وہ شخص شرم سے پانی پانی ہوگیا۔ پھر قدم بڑھا کر امامؑ کی پیشانیٔ مبارک کا بوسہ لیا اور کہنے لگا جو کچھ میں نے کہا اس کا شائبہ بھی آپ کی ذات والا صفات میں نہیں پایا جاتا بلکہ صحیح معنوں میں اس کا حقدار میں خود ہوں [1]

● امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔

مدینہ منورہ میں ایک مسخرہ رہا کرتا تھا اور اپنی حرکات و سکنات سے لوگوں کو ہنسایا کرتا تھا۔ اور دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ آج تک میں امام زین العابدینؑ کو نہیں ہنسا سکا۔

ایک روز امام زین العابدین علیہ السلام گزر رہے تھے مسخرے نے بڑھ کر آپ کے دوش مبارک سے آپ کی عبا اٹھالی۔ لیکن کوہِ حلم کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ اصحاب جا کر اس شخص سے امام کی عبا واپس لائے۔ امام نے اصحاب سے پوچھا وہ کون تھا؟

اصحاب نے جواب دیا۔ ایک مسخرہ تھا جو کہ لوگوں کو ہنسایا کرتا ہے۔

امام نے اصحاب سے ارشاد فرمایا۔ اس سے جا کر کہہ دو وَاِنَّ لِلّٰہِ یَوْمًا یَّخْسَرُ فِیْہِ الْمُبْطِلُوْنَ خدا کے لئے ایک دن ہے کہ جس دن بے ہودہ کام کرنے والے نقصان اٹھائیں گے [2]

● زیدؒ بن اسامہؓ بستر مرگ پر زندگی کے آخری لمحات طے کر رہے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام عیادت کے لئے زید کے پاس تشریف لے گئے اور سرہانے جا کر بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ زید کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں۔ امام نے دریافت کیا کہ رونے کا کیا سبب ہے؟

زید نے کہا پندرہ ہزار دینار کا مقروض ہوں۔ لیکن خود میرے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ میں اپنے قرض کو ادا کرسکوں۔

امام نے ارشاد فرمایا: رونے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے تمہارا سارا قرض میرے ذمے۔ میں سارا ادا کردوں گا [3]

---

[1] ارشاد شیخ مفید ص ۲۴۰ [2] امالی شیخ صدوقؒ طبع قدیم ص ۱۳۳ [3] ارشاد شیخ مفید ص ۲۴۲۔

بعد میں امام نے زید کا پورا قرضہ ادا فرمایا۔

● امام سجاد علیہ السلام رات کی تاریکیوں میں جبکہ ہر طرف سناٹا چھایا ہوتا تھا اس وقت امام اپنے دوشِ مبارک پر روٹیاں لاد کر غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کیا کرتے تھے اور ان کی مالی کمک فرماتے تھے اس طرح کہ کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہوتی تھی کہ یہ روٹی اور مالی کمک کرنے والا کون شخص ہے۔ اور جب امام نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تو اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ روٹیاں اور مالی کمک کرنے والے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے۔ اور یہ بات بھی حضرتؑ کی وفات کے بعد معلوم ہوئی کہ امام علیہ السلام مدینہ کے سو گھروں کی سرپرستی فرماتے۔ لیکن خود گھر والوں اس کی خبر نہ تھی کہ یہ کون شخص ہے۔[۱]

● امام علیہ السلام کے بھانجوں میں سے ایک بھانجے کا بیان ہے کہ میری والدہ ہمیشہ مجھ سے کہا کرتی تھیں کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے ماموں جان کے پاس گزارو۔ قسم بخدا میں جب بھی امام کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا۔ بلکہ علم و دانش، اخلاق و فضیلت کے گوہرِ آب دار لے کر آتا تھا۔ امام علیہ السلام جس وقت بارگاہِ خداوندی میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو امام کی حالت دیکھ کر خدا کی عظمت و بزرگی میری نظروں کے سامنے مجسم ہو جایا کرتی تھی۔[۲]

● امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے کہ میرے والد ماجد جس وقت نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک معمولی سا غلام ایک عظیم ترین بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ خوفِ خدا سے سارا بدن لرزنے لگتا، اور چہرۂ مبارک زرد ہو جایا کرتا تھا اور اس طرح سے نماز بجا لاتے تھے کہ گویا یہی زندگی کی آخری نماز ہے۔[۳]

---

[۱] تذکرۃ الخواص ابن جوزی ص۱۸۴ [۲] ارشاد شیخ مفید ص۲۳۸ [۳] خصال صدوق ص۵۰

عظمت امامؑ

عبدالملک اموی کا بیٹا ہشام حج کرنے کے لئے مکہ آیا ہوا تھا طواف کرنے کے لئے لوگ ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ ایک عجیب عالم تھا۔ ہشام نے لاکھ کوشش کی کہ خود کو جس طرح سے بھی ہو سکے حجرالاسود تک پہنچا دے۔ لیکن لوگوں کے اژدہام نے اجازت نہ دی۔ مجبور ہو کر ایک گوشہ میں جا کھڑا ہوا۔ اس انتظار میں کہ ذرا مجمع کم ہو تو طواف کروں اور حجراسود کا بوسہ لوں۔ عین اسی وقت امام زین العابدین علیہ السلام مسجدالحرام میں تشریف لائے اور طواف کی غرض سے "خانۂ کعبہ" کی طرف روانہ ہوئے، مجمع کائی کی طرح پھٹنا شروع ہوا۔ جیسے دریائے نیل میں فخر موسٰی کے لئے راستہ بنا امام علیہ السلام آہستہ آہستہ پیامبر اسلام کی شان سے خانۂ کعبہ کے قریب پہنچے، طواف انجام دیا اور حجراسود کا بوسہ لیا۔

یہ منظر دیکھتے ہی "ہشام" کے دل پر سانپ لوٹنے لگا اور کینہ و حسد کی آگ دل میں بھڑکنے لگی (دو باتوں کی بنا پر (۱) ہشام امیہ کے خاندان کا فرد تھا اور امام علیہ السلام آسمان ہاشمی کے آفتاب تھے (۲) ہشام اس وقت اپنے کو مسلمانوں کا خلیفہ (بادشاہ) تصور کرتا تھا اور اسلامی ممالک میں اس کا راج تھا اور حضرت امام علیہ السلام ایک گوشہ میں زندگی بسر کرنے والے شخص تھے لیکن خدا کے نمائندے تھے) اسی اثنا میں شامیوں میں سے ایک شخص ہشام کے قریب آ کر ہشام سے یہ سوال کرتا ہے کہ یہ کون شخص ہے کہ جس کے لئے لوگ اس قدر احترام کے قائل ہیں؟ اس سوال نے آتشِ حسد کو ہشام کے دل میں اور بھڑکا دیا۔

ہشام نے اس ڈر سے کہ اگر صحیح نام بتا دوں تو لوگ مجھے چھوڑ کر امام کے دلدادہ ہو جائیں گے جھنجھلا کر جواب دیا "میں ان کو نہیں پہچانتا۔"

ہشام کی زبان سے جملے نکلے ہی تھے کہ فرزدق (شاعر معروف) جس کا دل و ضمیر آزاد تھا۔ اور محبت امام کی شمع اپنے کاشانۂ دل میں جلائے ہوئے تھا۔ آگے بڑھا اور کہا۔ اے ہشام اگر تو

امام کونہیں پہچانتا تو میں پہچانتا ہوں۔ یہ کہہ کر ایک طولانی قصیدہ امام زین العابدین علیہ السلام کی شان میں پڑھنا شروع کیا۔

محبت امام میں غرق فرزدق نے جو قصیدہ سنایا تو ہشام کے پسینے چھوٹ گئے حسد کی آگ نے فرزدق سے انتقام لینے پرمجبور کر دیا۔ فوراً حکم دیا کہ فرزدق کو زندان کے حوالے کر دیا جائے۔

فرزدق کے زندان جانے کے بعد جوں ہی یہ خبر امام زین العابدین علیہ السلام کے کانوں تک پہنچی امام نے انعام کے طور پر کچھ چیزیں فرزدق کے پاس بھجوادیں۔ فرزدق نے انعام کو آنکھوں سے لگایا اور یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ "مولا" میں نے جو اشعار آپ کی مدح میں پڑھے تھے وہ صرف خدا اور رسول کی خوشنودی کی خاطر پڑھے تھے۔ امام نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

فرزدق مجھے یقین ہے کہ تم نے یہ اشعار دنیا کے لئے نہیں بلکہ خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے پڑھے ہیں۔ لیکن اس انعام کو قبول کر لو اور جو اجر و ثواب تمھارے لئے آخرت میں ہے وہ اسی طرح محفوظ ہے۔ ہم اہل بیت جب کسی کو کوئی چیز دیدیتے ہیں تو اس کو واپس نہیں لیتے۔

امام کا جواب سن کر فرزدق نے بسر و چشم انعام قبول کر لیا۔

(امالی سید مرتضیٰؒ ج ۱ ص ۶۹)

امام مسلمانوں کو بیدار کرتے ہیں

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کے اہل حرم کو قیدی بنا کر کوفہ و شام کے کوچہ و بازار میں پھرایا جانا امام کے لئے ایک جانکاہ صدمہ تھا۔ گرچہ ظالم یہ خیال کر رہے تھے کہ اس کام سے ان کو کچھ اور عزت مل جائے گی لیکن اہلبیت رسولؐ نے اس کام قید کی حالت میں جبکہ ہاتھ اور پیر ظلم کی رسیوں میں جکڑے ہوتے تھے۔

پھر بھی اپنی زبانوں سے امام حسین علیہ السلام کے مقصد و مشن کو ہر ایک کے کانوں تک پہنچا دیا اور اس سلسلے میں باریک سے باریک مواقع سے استفادہ کیا۔ اور یہ اہل حرم کی حق و صداقت میں ڈوبی ہوئی تقریریں تھیں کہ جس نے مقصد حسینی کو اجاگر کر دیا۔ اگر اہل حرم نہ ہوتے تو پیغام حسینی کربلا کی خاک میں دفن ہو کر رہ جاتا، حسینی آواز دوسروں کے کانوں تک نہ پہنچتی۔ یزید کا ظلم و جور اور فرعونی کردار لوگوں کے سامنے کھل کر نہ آپاتا۔

اکثر لوگ یہی خیال کر رہے تھے خصوصاً بنی امیہ اور ان کے ساتھی یہی خواب دیکھ رہے تھے کہ اگر اہل حرم کو اسیر کر لیا گیا اور ان کے ہاتھ پیر کو رسی میں جکڑ دیا گیا اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا اور ان کے خیموں کو تاراج کر دیا گیا تو اس وقت ان کی شکست اور ہماری کامیابی یقینی ہو جائیگی لیکن بنی امیہ ابھی یہ خواب دیکھ ہی رہے تھے کہ اسیروں نے اسی اسیری کی حالت میں ببانگ دہل اپنی فتح اور ظالم کی شکست کا اعلان کر دیا۔ ہر مقام پر اپنے کو فاتح، کامیاب اور یزید کو شکست خوردہ اور مغلوب بتاتے تھے۔ ہر جگہ یہی اعلان تھا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی تھا کہ فتح ہمیشہ حق و حقیقت کی ہے اور ظلم و جور کے حصہ میں شکست، ذلت، گمراہی اور ضلالت ہے۔

حسینی پیغام کی تبلیغ یوں تو ہر ہر بچہ کر رہا تھا۔ لیکن ان میں جناب زینبؑ شریکۃ الحسین علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام کا کردار سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔

اگرچہ وقت شہادت امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے امام زین العابدین علیہ السلام بیمار تھے۔ اس کے علاوہ اعزہ و اقارب اور دوستوں کی شہادت کی وجہ سے آسمان زندگی پر غم کے بادل چھا چکے تھے لیکن یہ تمام چیزیں تبلیغ کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں اور نہ تو کمزوری، لاغری اور نہ غم و اندوہ ہی مانع بن سکے۔ بلکہ امام کی تھرتھراتی ہوئی آواز، غم میں ڈوبی ہوئی صدا اور زیادہ موثر ثابت ہوئی۔

جب کوفہ کے چھلکتے ہوئے بازار میں جناب زینب اور جناب ام کلثوم اور فاطمہ کبریٰ کے خطبوں سے اہل کوفہ شرم کے مارے گردنیں جھکائے ہوئے تھے اور زار و قطار آنسو بہا

رہے تھے۔ اسی وقت امام نے فرمایا:۔ ذرا خاموش ہو جاؤ۔

امام کا اشارہ پاتے ہی سارے مجمع پر ایک سکوت سا طاری ہو گیا اور ہمہ تن گوش ہو کر امام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ امام نے حمد و ثنائے باری تعالیٰ اور آنحضرتؐ پر درود و سلام کے بعد ارشاد فرمایا:۔

اے لوگو!۔ میں علی ہوں، میں حسین بن علیؑ بن ابی طالب کا نورِ نظر ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے اموال و اسباب کو لوٹ کر اس کے اہلِ حرم کو اسیر کر کے کشاں کشاں پھرا رہے ہو۔

میں اس کا فرزند ہوں جس کو دریائے فرات کے کنارے پیاسا شہید کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کا ایک قطرہ خون بھی بہایا ہو۔ یا کسی کا حق غصب کیا ہو۔

اے لوگو!۔ بخدا ذرا بتاؤ تو صحیح کیا تم نے میرے بابا کو خطوط لکھ کر کوفہ نہیں بلایا تھا؟۔ لیکن جب وہ تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کو قتل کر ڈالا۔

اے لوگو!۔ ذرا تصور تو کرو اس وقت کا جبکہ قیامت کے روز تم لوگ رسول خدا سے ملاقات کرو گے اور اس وقت وہ تم سے سوال کریں گے کہ تم نے میرا کلمہ پڑھتے ہوئے میری اولاد کو قتل کر ڈالا اور ذرا بھی میرا لحاظ نہیں کیا۔ تو تم میری امت سے نہیں ہو۔

امام کے ایک ایک لفظ نے لوگوں کے دلوں کو برما کر رکھ دیا۔ اور ہر بات دلوں کی گہرائیوں میں بیٹھ گئی۔ ہر طرف سے آہ و بکا گریہ وزاری کی آواز بلند تھی۔ کوفے والے روتے جاتے تھے، اشک بہاتے جاتے تھے اور ایک دوسرے کو ملامت کر رہے تھے کہ ہم سب ہلاک ہو گئے۔ بدبختی اور ہلاکت ہمارے دامن گیر ہو گئی۔ ہائے ہم نے کیا کیا...... حسین فرزند رسول کا ذرا بھی تو لحاظ کیا ہوتا۔ (احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۳۲)

اس طرح امام نے کوفیوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور واقعہ کربلا کی عظمت کا مرقع ان کے سامنے پیش کر کے ان کی نظروں کے سامنے فتح حسینی کو مجسم کر دیا اور ان کو ان کے اعمال و

کردار سے آگاہ کر دیا۔

اہل حرم عصمت و طہارت کو اسیر کر کے ابن زیاد کے دربار میں لے جایا گیا۔ ابن زیاد کی نظر جیسے ہی امام کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو پوچھا یہ کون ہے؟ جواب دینے والے نے جواب دیا یہ علی بن الحسینؑ ہیں۔

ابن زیاد :۔ خدا نے علی بن الحسینؑ کو قتل نہیں کیا؟

امامؑ :۔ ہاں وہ میرا بھائی تھا جسے لوگوں نے قتل کر ڈالا۔

ابن زیاد :۔ نہیں خدا نے اس کو قتل کیا ہے۔

امامؑ :۔ بے شک خدا ہی مرتے وقت روح قبض کرتا ہے۔

ابن زیاد :۔ اب بھی تم میں اتنی جرأت باقی ہے کہ برابر سے میرا جواب دو۔ یہ کہہ کر ابن زیاد نے تکبر و غرور سے بھرے ہوئے لہجے میں جلادوں کو حکم دیا کہ امام کو قتل کر ڈالو۔

یہ سنتے ہی جناب زینبؑ آگے بڑھیں اور فرمایا:۔

تم نے ہمارے سارے اعزا و اقارب کو قتل کر ڈالا صرف یہی ایک علی بن الحسینؑ باقی ہیں کیا تو ان کو بھی قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اگر ایسا ارادہ ہے تو مجھے بھی ساتھ ساتھ قتل کر دے۔

جناب زینب کے یہ کلمات سنتے ہی امام نے جناب زینب سے فرمایا کہ پھوپھی اماں آپ اس کے منہ نہ لگیں۔ میں خود اس کے جواب کے لئے کافی ہوں۔ یہ کہہ کر امام نے ابن زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

اے ابن زیاد! کیا تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے مگر تجھے معلوم نہیں کہ قتل ہونا ہماری عادت اور شہادت ہمارے لئے شرف ہے[1]

---

[1] لہوف ابن طاؤس ص۱۴۴ طبع ۱۳۱۷ھ۔

امام شام میں

خاندانِ رسول کو شام میں ظلم کے بانی اس حال میں لائے کہ ایک رسی میں سب کے سب بندھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی یہ قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا۔ امام نے دلیرانہ انداز میں یزید کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

اے یزید! ذرا یہ تو بتا کہ اگر اس حال میں جبکہ ہم رسیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ رسول خدا کی نظر ہم لوگوں پر پڑے تو کیا حال ہوگا۔ اس جملہ کا دہن مبارک سے نکلنا تھا کہ مجمع میں ایک تہلکہ پڑگیا۔ سب کی آنکھوں میں اشکوں کے دریا امنڈ پڑے۔ [1]

ایک مسلمان کا بیان ہے کہ میں اس وقت شام میں موجود تھا جبکہ اہل حرم کو اسیر کرکے شام میں لایا گیا اور ہر عمومی جگہ پر اس قافلہ کو روک دیا کرتے تھے۔ بازار شام میں یہ قافلہ روکا گیا۔ اتنے میں ایک بوڑھا شامی مجمع کو چیرتا پھاڑتا آگے بڑھا اور کہنے لگا شکر ہے اس خدا کا جس نے تم لوگوں کو ہلاک کیا اور فتنہ و فساد کی آگ کو خاموش کیا۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی الٹی سیدھی باتیں کہتا رہا۔ لیکن جب وہ جتنا کہہ سکتا تھا کہہ چکا تو اس وقت حضرت زین العابدین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:۔

میں نے تمھاری باتیں سنیں اور جتنی بھی بغض و حسد اور کینہ کی آگ تمھارے دل میں تھی اس کو تم نے اگل دیا۔ لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ جس طرح سے میں نے تمھاری بات سنی تم بھی میری بات غور سے سنو۔

شامی :۔ فرمایئے۔

امام :۔ آیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟۔

---

[1] تذکرۃ الخواص ص۱۴۹ طبع فرہاد میرزا۔

شامی:- ہاں پڑھا ہے۔

امامؑ:- آیا تم نے اس آیۂ کریمہ کو بھی پڑھا ہے؟ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ:- اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجر (رسالت) نہیں چاہتا ہوں۔ مگر یہ کہ تم میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

شامی:- ہاں ضرور پڑھی ہے۔

امامؑ:- وہ اہل بیت رسول اور رسول کے رشتہ دار ہم ہی ہیں۔
آیا اس آیت کو بھی پڑھا ہے :وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰی حَقَّہٗ
(قرابت داروں کو ان کا حق دیجئے (اسراء ۲۶)

شامی:- ہاں یہ بھی پڑھی ہے۔

امامؑ:- وہ قرابت دار ہم ہی ہیں۔

شامی:- آیا واقعاً تم ہی رسول کے قرابت دار ہو۔

امامؑ:- بے شک۔
آیا تم نے آیۂ خمس کو بھی پڑھا ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔
(یہ جان لو جو کچھ تمھیں مال غنیمت ملے تو اس میں سے پانچواں حصہ خدا، رسول اور قرابت داروں کا حق ہے) (انفال ۴۱)

شامی:- اس کو بھی پڑھا ہے۔

امامؑ:- وہ قرابت دار ہم ہی ہیں۔
آیا تم نے آیۂ تطہیر کی بھی تلاوت کی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۔

خدا نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اے اہل بیت وہ تم کو ہر قسم کی نجاست اور پلیدگی سے دور رکھے۔ اور اس طرح پاک و پاکیزہ قرار دے جو پاک و پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔ (احزاب ۳۳)

یہ سننا تھا کہ بوڑھے شامی نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ کہا "خدایا میں نے توبہ کی" پروردگار اہل بیت کی دشمنی سے توبہ کرتا ہوں۔ بارالٰہا میں ان لوگوں سے بیزار ہوں کہ جنھوں نے اہل بیت کو قتل کیا۔ میں نے اس سے پہلے بھی بارہا قرآن پڑھا تھا مگر میں حقائق قرآن سے ناآشنا تھا۔[۱]

امام مسجد شام میں

ایک دن یزید نے شام کی جامع مسجد میں ایک خطیب کو حکم دیا کہ منبر پر جا کر امیر المومنینؑ اور امام حسن و حسین علیہم السلام کو برا بھلا کہے۔ حکم پاتے ہی خطیب منبر پر گیا اور جاتے ہی گالیاں دینی شروع کر دیں اور یزید و معاویہ کی تعریف میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے بآواز بلند خطیب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا وائے ہو تجھ پر کہ تو نے مخلوق کی خوشنودی کی خاطر خالق اکبر کو ناراض کیا اور جہنم کا مستحق بنا۔

اس کے بعد یزید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ مجھے ان لکڑیوں (منبر) پر جانے دے تاکہ وہ بات کہوں کہ جس سے خدا خوشنود ہو۔ اور سننے والے کو بھی ثواب ملے۔

---

[۱] احتجاج طبری جلد ۲ ص ۳۳

یزید نے قبول نہ کیا۔ لوگوں نے اصرار کرنا شروع کر دیا۔ یزید نے جھنجھلا کر کہا۔ اگر یہ منبر پر آ گئے تو میری اور خاندان ابوسفیان کی ذلّت و رسوائی ہو کر رہے گی۔

لوگوں نے کہا۔ آخر اس حالت میں یہ کہہ کیا سکتے ہیں۔؟

یزید نے جواب دیا۔ ارے یہ اس خاندان کی فرد ہیں جنھیں گھٹی میں علم و دانش گھول کر پلائی گئی ہے۔

لوگوں کا اصرار اور بڑھا۔ آخر کار یزید کو مجبوراً قبول ہی کرنا پڑا۔

امام منبر پر تشریف لائے۔ حمد خدا اور پیامبر اسلام پر درود بھیجنے کے بعد یوں گویا ہوئے۔

حمد ہے اس خدا کی جس کی ذات کی کوئی ابتدا، وانتہا نہیں وہ خدا ہر اول کا اول اور ہر آخر کا آخر ہے۔ جب تمام مخلوقات فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے اس وقت بھی وہ باقی رہے گا۔[۱]

اے لوگو! خداوند عالم نے ہم کو علم بردباری، سخاوت، فصاحت، دلیری، اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت عطا فرمائی ہے۔ رسول خدا ہم ہی میں سے ہیں۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام ہم سے ہیں، جعفر طیار ہمارے خاندان کی فرد ہیں، حمزہ سید الشہداء ہمارے خاندان سے ہیں (یہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے جنگ بدر میں یزید کے خاندان والوں کو قتل کیا تھا۔ شاید امام کا مقصد یہ رہا ہو کہ یزید اس خاندان کی فرد ہے جو ہمیشہ سے اسلام کا دشمن رہا۔ اور میں اس خاندان کی فرد ہوں جس نے ہمیشہ اسلام کی حفاظت کی) رسول خدا کے نواسے امام حسن وحسین علیہم السلام ہمارے ہی ہیں۔[۲]

میں مکہ و منیٰ کا فرزند ہوں، صفا و مروہ، اور زمزم کا لاڈلا ہوں، میں اس کا فرزند

---

[۱] کامل بہائی ج ۲ صفحہ ۳۰۰ [۲] نفس المہموم صفحہ ۲۸۴

ہوں جس نے اپنے عبا کے دامن سے "حجر اسود" کو اٹھایا۔ میں اس عالی مقام کا فرزند ہوں جس نے احرام باندھا، طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور فریضۂ حج انجام دیا۔

میں اس کا فرزند ہوں جسے ذات الٰہی رات ہی رات "مسجد الحرام" سے مسجد الاقصیٰ تک لے گئی۔

میں اس کا لختِ جگر ہوں جس کی طرف خداوند عالم نے وحی فرمائی۔

میں اس حسین کا فرزند ہوں جسے کربلا کے میدان میں قتل کر ڈالا گیا۔

میں محمد مصطفےٰ کا فرزند ہوں۔

میں فاطمہ زہرا کا فرزند ہوں

میں خدیجۃ الکبریٰ کا فرزند ہوں

میں اس کا فرزند ہوں جو اپنے خون میں نہایا۔ [1]

لوگ حیرت زدہ ہو کر امام کو دیکھ رہے تھے۔ امام کا ایک ایک جملہ خاندان ہاشمی کی عظمت کو اجاگر اور شہادت حسینی کے مقصد کی اشاعت اور وضاحت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ کاسۂ چشم اشکوں سے لبریز ہو گئے اور دھیرے دھیرے لوگوں کی ہچکیاں بندھنے لگیں اور ہر طرف سے آہ و بکا گریہ و زاری کی صدائیں بلند تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر یزید کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جلدی سے موذن کو حکم دیا کہ گلدستہ پر جا کر اذان کہے۔ موذن نے گلدستہ پر جا کر کہا۔

اللہ اکبر

امام نے فرمایا بیشک اللہ بزرگ و برتر ہے، عظیم و جلیل ہے ہر اس شئے سے جس سے ڈرا جائے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

امام نے فرمایا میں تمام گواہی دینے والوں کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ

---

[1] کامل بہائی ج ۲ صفحہ ۳۰۰

اور کوئی معبود نہیں۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه

لوگ شرم کے مارے سر جھکائے ہوئے تھے اور کان لگائے ہوئے امام کے جواب کو غور سے سُن رہے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ کا اسم مبارک آتے ہی لوگوں کی نگاہیں امام کے چہرۂ اقدس پر جم گئیں۔ آنسوؤں کی کثرت کی بنا پر ایک پردہ سا آنکھوں پر چھا گیا تھا۔ گویا لوگ امام کے چہرۂ اقدس میں آنحضرت کی تصویر ڈھونڈھ رہے تھے۔

امام نے عمامہ مبارک سر سے اتارا اور موذن کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا: موذن بخدا ذرا رک جا۔ موذن خاموش ہوگیا۔ سارے مجمع پر ایک خاموشی چھاگئی۔ یزید کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ ایک رنگ آتا تھا اور ایک رنگ جاتا تھا کہ اذان بھی اس کے مقصد کو پورا نہ کرسکی۔

امام نے یزید کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا:۔

اے یزید ذرا یہ بتا کہ رسول تیرے جد ہیں یا میرے۔ اگر یہ کہے کہ تیرے جد ہیں تو یہ سارا مجمع تیرے جھوٹ کی گواہی دے گا۔ اور اگر یہ کہے کہ میرے جد ہیں تو پھر یہ بتا کہ تونے میرے بابا کو کیوں قتل کیا ان کے مال اسباب کو کیوں لوٹا۔ ان کے گھر کو کیوں تاراج کیا، ان کے اہل حرم کو کیوں اسیر کیا۔

یزید ان تمام کاموں کے باوجود "محمد مصطفیٰؐ" کو خدا کا رسولؐ جانتا ہے اور قبلہ رخ ہوکر نماز بجالاتا ہے تو قیامت کے دن میرے جد اور میرے باپ کو کیا منہ دکھائے گا۔

یزید نے موذن کو اقامت کا حکم دیا۔ یہ حکم سنتے ہی مجمع بکھر گیا اور غصہ کے مارے کچھ لوگ بغیر نماز پڑھے مسجد سے چلے گئے۔[1]

---

[1] کامل بہائی صفحہ ۳۰۲ – ۳۰۰

صفحات تاریخ آج بھی ببانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ امام سجادؑ اور اہل بیت عصمت وطہارت کے خطبوں کے اثرات کہاں تک پہنچے اور کس حد تک مقصد حسینی لوگوں کے دلوں میں جگہ پیدا کر چکا تھا۔ اور وہ ضمیر جس پر اموی سیاست، مصلحت وقت اور تخت و تاج کی خاطر جہالت کے پردے ڈال دیئے گئے تھے۔ لوگوں سے غور و فکر کی صلاحیت چھین لی گئی تھی۔ امام کے خطبوں نے ان میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور ہر ضمیر خفتہ کو حقائق کے چھینٹوں سے بیدار کر دیا۔ غور و فکر کی راہیں لوگوں کے سامنے واضح طور سے آشکارا کر دیں۔ یہی وجہ تھی کہ جس کی بنا پر یزید کو مجبور ہونا پڑا۔ کہ اہل حرم کو جلد از جلد آزاد کر دے اور عزت و احترام کے ساتھ مدینہ پہنچا دے۔ لیکن حقائق سے بھری ہوئی تقریریں اپنا اثر قائم کر چکی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ابھی کوئی زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ عراق اور حجاز میں اموی سلطنت کے خلاف علم بلند ہونا شروع ہو گئے اور ہزاروں لوگ امام حسین علیہ السلام کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ہر مجلس و محفل کی زینت شہادت حسینی کا تذکرہ اور اموی ظلم و تشدد کی تشہیر تھی۔

بیمار امام

اکثر لوگ جب بھی امام زین العابدین علیہ السلام کا اسم مبارک لیتے ہیں تو اس کے ساتھ بیمار کا لقب بھی ضرور بڑھا دیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ امام علیہ السلام ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ اور جس کی وجہ سے بھی جب امام کا تصور کرتے ہیں تو ایک مریض و بیمار کا تصور کر کے ذہن میں نقش ہو جاتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنی ساری زندگی میں بیمار نہیں تھے۔ ہاں کربلا میں چند روز ضرور بیمار رہے تھے اور یہ ایک مصلحت الٰہی تھی۔ یہی بیماری اس بات کا سبب بنی کہ خاندان اموی کے خونخوار، امام کو قتل نہ کر سکے۔ جس کی وجہ سے نسل امامت باقی رہی۔ اور شجرۂ طیبہ "اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ" کے لئے امام کی ذات گرامی سبب بنی اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو کسی سے پوشیدہ ہو۔ وہ اشخاص جو امام کی زندگی سے واقفیت رکھتے ہیں ان کے لئے یہ بات واضح اور روشن ہے۔ مزید وضاحت کے لئے ان اقتباسات کی طرف توجہ فرمائیے۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی کتاب "الارشاد" میں تحریر فرماتے ہیں۔

.. شمر چند سپاہیوں کے ساتھ خیمہ میں آیا۔ اس وقت امام بیمار تھے اور بستر پر تھے[۱]

چونکہ امام بیمار تھے اس لئے ظالم ان کو قتل نہ کر سکے[۲]

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد شمر علی بن الحسین کے قریب آیا درانحالیکہ وہ بیمار تھے شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا ان کو بھی قتل کر ڈالو۔ اس وقت شمر کے ایک

---

[۱] الارشاد ص۲۲۶ [۲] تذکرۃ الخواص ص۱۸۳

ساتھی نے کہا۔ ارے اس جوان کو قتل کرے گا جو بیمار ہے اور جس نے جنگ میں بھی شرکت نہیں کی ہے۔

ابھی شمر اور اس کے ساتھیوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں عمر سعد آپہنچا اور کہنے لگا ان عورتوں اور اس جوان سے کوئی تعرض نہ کرو۔[۱]

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ امام کی بیماری یا اس کے اثرات کوفہ تک پہنچے تھے۔[۲]

ان تاریخی شواہد کے علاوہ اور کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ جن میں امام علیہ السلام بیمار رہے ہوں یا آپ کی عمر کا زیادہ حصہ بیماری میں گذرا ہو۔ بلکہ ایسے شواہد موجود ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام بھی دوسرے اماموں کی طرح آخری عمر تک باصحت تھے۔ صرف چند روز ایسے ضرور ملتے ہیں جس میں امام بیمار تھے۔[۳]

زندگی بھر امام باصحت تھے اور رہبری و امامت کے فرائض انجام دینے میں مشغول رہے۔

امامؑ اور والیان حکومت

امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنی دوران زندگی میں مختلف قسم کے ظالم و جابر حکمرانوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مثلاً یزید، مروان حکم بن عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک ان میں سے ہر ایک اپنی صنف میں شاہ فرد تھا اس وقت کے سماج اور ماحول کا صحیح اندازہ اور تصور کے لئے بعض واقعات قارئین محترم کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد مدینہ سے کچھ لوگ ۶۲ھ میں شام گئے وہاں ان لوگوں نے نزدیک سے یزید کے کردار کا معائنہ کیا سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ

---

[۱] طبقات ج ۵ ص ۱۵۶ طبع لندن [۲] لہوف ص ۱۲۰ [۳] کافی۔ ج، ص ۵

گئیں۔ جب یہ دیکھا کہ یزید باقاعدہ شراب نوشی میں مشغول ہے۔ حاکم وقت نجس العین (کتوں) سے کھیل رہا ہے۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک ہمہ وقت عیش و نوش کی زندگی میں ملوث ہے۔ حرام و حلال صرف ایک خواب و خیال ہے۔ گناہوں کا ارتکاب کرتے وقت اس کو ذرا بھی خدا و رسول سے شرم محسوس نہیں ہوتی۔

مدینہ کے لوگ جب شام سے مدینہ واپس آئے اور مدینے والوں نے ان سے شام کے حالات دریافت کرنا شروع کئے تو ان لوگوں نے تفصیل کے ساتھ شام اور حاکم شام کے حالات بیان کر دیئے۔ امام کی شہادت کی وجہ سے یونہی غمگین اور پریشان تھے کہ ان واقعات نے ان لوگوں کو اور برہم کر دیا جس کی بنا پر مدینہ والوں نے علَمِ مخالفت بلند کر دیا۔[1]

مدینہ والوں کی مخالفت کی خبر جب یزید تک پہنچی تو مخالفت کو ختم کرنے کے لئے اور اپنی سلطنت کا سکہ جمانے کے لئے ایک فوج بدترین آدمی "مسلم بن عقبہ" کی سرکردگی میں مدینہ روانہ کی۔ یزید کی فوج نے تین دن تک مدینہ میں قتل و غارت، لوٹ مار، مچا رکھی۔ دس ہزار آدمیوں کو بے جرم و گناہ ذبح کر ڈالا۔ اور جتنی بھی ناموس کی عزت لوٹ سکتے اور عفت دری کر سکتے تھے اس میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔[2]

سنہ ۶۴ھ میں یزید کی ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا "معاویہ" اس کا جانشین ہوا۔ لیکن چالیس دن یا تین ماہ کے بعد وہ حکومت سے دست بردار ہو گیا۔[3]

عبداللہ بن زبیر جو مدتوں سے خلافت اور حکومت کا خواب دیکھ رہے تھے یزید کے مرنے کے بعد مکہ میں قیام کیا۔ حجاز، یمن اور عراق کے لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ معاویہ بن یزید کے حکومت سے دستبردار ہو جانے کے بعد مروان بن حکم نے ایک انقلاب لا کر زمام حکومت اپنے

---

[1] کامل ابن اثیر۔ ج ۴ صـ ۱۰۳
[2] البدایہ والنہایہ ابن کثیر۔ ج ، صـ ۲۲۱ طبع اول۔
[3] کامل ابن اثیر۔ ج ۴ صـ ۱۳۰

ہاتھوں میں لی۔ اور عبداللہ بن زبیر کی مخالفت پر کمر باندھی اور اپنی نیرنگیوں سے شام اور مصر پر قبضہ جما لیا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ مروان موت کے پھندے میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند عبدالملک اس کا جانشین ہوا۔[1]

سنہ ۶۵ھ میں عبدالملک نے حکومت پر قبضہ جما لیا۔ اور اپنی سلطنت و حکومت کی جڑوں کو مستحکم اور مضبوط بنانیکے بعد سنہ ۷۳ھ میں مکہ کا محاصرہ کیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو وہیں قید کر کے ذبح کر ڈالا۔[2]

عبدالملک ایک بے رحم، بخیل، ظالم و ستمگر آدمی تھا۔ ایک دن سعید بن مسیب سے کہنے لگا کہ اب میری وہ حالت ہو گئی ہے کہ اگر کوئی نیک کام کرتا ہوں تو مجھے کوئی خوشی نہیں ہوتی اور برا کام کرنے میں کوئی شرم و حیا محسوس نہیں ہوتی۔ یہ سن کر سعید نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل بالکل مردہ ہو گیا ہے۔

عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے کے بعد ایک دن خطبہ کے درمیان لوگوں سے کہنے "اگر کوئی بھی مجھے تقویٰ و پرہیزگاری کی دعوت دے گا تو میں اسے قتل کر ڈالوں گا"[3]

درانحالیکہ اپنے کو رسول خدا کا خلیفہ کہتا تھا جبکہ خلیفہ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ لوگوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی طرف دعوت دے۔ مگر جس قوم کے رہبر ایسے ہوں تو خود اس قوم کی حالت کیا ہو گی۔

عبدالملک ہی نے اپنی حکومت کے دوران حجاج بن یوسف ثقفی کو بصرہ اور کوفہ کا والی قرار دیا۔ اور یہ حجاج اموی حکومت کا وہ ہیرو ہے کہ جس کے ہر ہر رونئیں سے مظلوموں کے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔ خون ریزی، درندگی، قتل و غارت، لوٹ مار، عفت دری، ظلم و ستم، لوگوں کو طرح طرح کی مصیبتیں پہنچانا، اور خاص کر شیعان علی ابن ابی طالب کو چن چن

---

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۱۲ مطبوعہ ۱۳۸۳ھ [2] کامل ابن اثیر۔ ج ۴ ص ۳۴۸، [3] کامل ابن اثیر۔ ج ۴ ص ۵۲۱

کر گھروں اور غاروں سے نکال کر ذبح کرنا اور ان کے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کرنا اس کا واحد مشغلہ تھا۔ اس ظالم و جابر شخص نے ایک مختصر سی مدت میں ایک لاکھ بیس ہزار بے گناہوں کو ذبح کر ڈالا۔[1]

عبدالملک کا ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ امام زین العابدین علیہ السلام پر کڑی نظر رکھتا تھا اور ہمیشہ بہانہ تلاش کرتا تھا کہ ذرا سا بھی کوئی بہانہ ملے تو امام پر مصیبت ڈھائے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک وقت اپنی آزاد کردہ کنیز سے عقد فرمایا عبدالملک کے جاسوسوں نے یہ خبر عبدالملک تک پہنچا دی۔ اس خبر کا پہنچنا تھا کہ عبدالملک خوشی سے پھولا نہ سمایا کہ آج بہترین بہانہ ملا ہے کہ جس سے امام کی خدمت میں توہین اور جسارت کرنے کا موقع ملے گا۔ اسی خیال میں عبدالملک نے ایک خط امام کے نام تحریر کیا جس میں لکھا تھا۔

"مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے اپنی آزاد کردہ کنیز سے عقد فرمایا ہے درانحالیکہ قریش میں ایک سے ایک نجیب و شریف عورتیں موجود تھیں۔ اگر آپ ان سے عقد فرماتے تو یہ آپ کے لئے شرف و افتخار کا باعث ہوتا۔ اور جس کے نتیجے میں آپ کو بہترین اور نجیب فرزند نصیب ہوتے۔ اور یہ عقد فرما کر آپ نے نہ تو اپنی بزرگی کا خیال کیا اور نہ اپنے فرزندوں ہی کی شرافت باقی رکھی۔" والسلام

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:-

تمہارا ارسال کردہ خط ملا۔ اس میں تم نے مجھے اس بات پر ملامت کی ہے کہ میں نے کیوں ایک آزاد کردہ کنیز سے عقد کیا۔ جبکہ قریش میں ایک سے ایک نجیب و شریف عورتیں موجود تھیں اور ان سے عقد کرنا میرے

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۵۸۹

اور میرے بچوں کے لئے شرف کا باعث تھا۔ درانحالیکہ تم اس بات سے
بے خبر ہو کہ رسول خداؐ سے بڑھ کر کوئی شریف و نجیب نہیں۔ یعنی جب
ہم رسول خدا کے فرزند ہیں تو اب کسی شریف و نجیب عورت سے عقد
کرنا ہمارے لئے کوئی شرف کی بات نہیں۔ بلکہ ہمارا اس سے عقد کرنا
اس کی شرافت میں اضافہ کا سبب ہوگا۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ
جو شخص دین خدا و رسول میں پاک و پاکیزہ ہے اسے کوئی چیز ضرر
نہیں پہنچا سکتی۔ خداوند عالم نے دین اسلام کے سبب تمام قسم
کی پستی اور کمی کو ختم کر دیا ہے۔ "بزرگ و شریف وہ ہے جو مسلمان
ہے گرچہ وہ ایک فقیر اور غلام ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اس سے عقد کرنا کوئی
بری بات نہیں ہے۔"[1]

عبدالملک نے ایک مرتبہ وارث رسول کی توہین کی خاطر اور لوگوں کو ڈرانے اور دھمکانے کے لئے امام علیہ السلام کو شام طلب کیا اور طرح طرح کی مصیبتیں امام کو پہنچائیں پھر دوبارہ مدینہ واپس کر دیا۔[2]

۸۶ھ میں عبدالملک کا انتقال ہوگیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا "ولید" اس کا جانشین ہوا۔ یہ بھی اپنے آباؤ اجداد سے کم ظالم و جابر نہ تھا۔

جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" کے صفحہ ۲۲۳ پر ولید کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ کان الولید جبارا ظالما ولید جابر و ظالم شخص تھا۔

ولید نے حکومت سنبھالنے کے بعد پہلا خطبہ جو دیا تو اس میں کہا۔ جو شخص ہماری مخالفت کرے گا اس کی سزا قتل و غارت ہے اور جو شخص خاموشی اور سکوت کی زندگی بسر کرنا چاہے گا

---

[1] کافی۔ ج ۵ ص ۳۴۴ [2] تذکرۃ الخواص ص ۱۸۳

توخاموشی اورسکوت اس کی موت کا سبب بنے گی۔[1]

ظالم وجابر بادشاہوں کی طرح ولید کو بھی ہمہ وقت خطرہ لاحق رہتا تھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی شہرت اوران کی محبوبیت اوران کا علمی مقام، ان کی رہبری کہیں اس بات کا سبب نہ بن جائے کہ لوگ ان کے گرویدہ ہو جائیں اورمیری دوکان خالی ہو جائے۔ یہی وہ سبب تھا کہ جس کی بنا پر ولید نے امام کو مسموم کر دیا۔[2]

ان تمام واقعات اورتاریخی شواہد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بالکل واضح اورروشن ہو جاتی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی ساری زندگی ظالم وجابر اورستمگر حکمرانوں کے زمانے میں گذری جس کے نتیجہ میں امام کو کبھی بھی سکون واطمینان کی سانس لینے کا موقع نہ ملا۔ امام کے جتنے جاں نثار اصحاب تھے ان کو قتل کر ڈالا جس کی بنا پر باوفا اصحاب کی تعداد زیادہ باقی نہ رہی۔ لیکن اس پرآشوب زمانے میں بھی جبکہ ہر طرف سے ظلم وستم کی آندھیاں، استبداد کے طوفان اٹھ رہے تھے امام خاموش نہ بیٹھے بلکہ رہبری کے فرائض انجام دیتے رہے۔

اس زمانے میں امام علیہ السلام نے ایسے شاگردوں کی پرورش کی کہ جس وقت امام محمد باقر اورامام جعفر صادق علیہما السلام کو ذرا آزادی ملی تو تبلیغ اسلام اورمعارف کی نشرواشاعت کے لئے امام زین العابدین علیہ السلام پہلے سے میدان ہموار کر چکے تھے اوریہ شاگردوں کی پرورش اورتربیت وہ عظیم کارنامہ تھا جس کے ذریعے اسلامی اقدار اورتعلیماتِ اسلامی محفوظ رہ سکے۔ امام محمد باقر اورامام جعفر صادق علیہما السلام کو جب موقع ملا تو ہر طرف سے تشنگانِ علم ودانش امام کے گرد جمع ہونے لگے تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے خاموش رہ کر بھی کتنا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔

اصحاب باوفا کی قلت کی بنا پر امام ظاہر بظاہر جہاد نہ کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص

---

[1] طبری جلد ۸ ص۲۱۶ مطبوعہ لندن [2] مناقب شہرآشوب ج ۳ ص۳۱۱ مطبوعہ نجف۔

مکہ کے راستے میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔

"آپ نے جہاد کی سختی اور تلخی کو چھوڑ کر حج کی سہولت اختیار فرمائی۔"

امام نے اس شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

اگر میرے پاس باایمان، وفادار اور فداکار اصحاب ہوتے تو میں حج کے بدلے جہاد کو ترجیح دیا کرتا۔[۱]

"ابو عمر نہدی" کا بیان ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے تھے کہ مکہ و مدینہ میں بیس عدد اصحاب باایمان و فداکار واقعی نہیں ہیں۔[۲]

امام اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت

واقعہ کربلا کے بعد جب امام کوفہ و شام میں فتح کا اعلان کر چکے اور حکومت وقت نے مجبور ہو کر امام کو مدینہ واپس کر دیا۔ اگرچہ اس وقت زبان و قلم کی آزادی نہ تھی مگر پھر بھی امام خاموشی سے احادیث پیغمبر اسلام اور علوم اسلامی کی نشر و اشاعت اور شاگردوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول تھے۔

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "رجال" میں ایک سو ستر افراد کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے خود امام سے یا اصحاب امام سے احادیث نقل کی ہیں۔[۳]

ہم ان میں سے تین صحابیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو کہ کافی مشہور ہیں۔

۱۔ **سعید بن مسیب**:۔ ان کے بارے میں خود امام زین العابدین علیہ السلام کا

---

[۱] احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۴۵۔ [۲] شرح نہج البلاغہ ابن الحدید ج ۴ ص ۱۰۴ طبع جدید۔ [۳] رجال شیخ طوسی ص ۸۱۔

ارشاد ہے :۔ گذشتہ زمانے کے حالات کو سعید سب سے زیادہ جانتے ہیں اور اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عقلمند ہیں[1]

۲۔ ابوحمزہ ثمالی :۔ ان کے بارے میں امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ :۔ ابوحمزہ اپنے زمانے کے سلمان تھے[2]

۳۔ سعید بن جبیر :۔ آپ کی علمی اہمیت اتنی تھی کہ علمی میدان میں آپ کو وہ مقام حاصل تھا کہ لوگوں کا کہنا تھا کہ دنیا کا کوئی عالم و دانشمند ایسا نہیں ہے جو کہ ابن جبیر کا محتاج نہ ہو[3]

ایک مرتبہ سعید بن جبیر کو دستگیر کر کے حجاج ثقفی کے پاس لے گئے۔

حجاج :۔ (سعید کو دیکھتے ہی) تمہارا نام سعید بن جبیر نہیں بلکہ شقی بن کسیر ہے[4]

سعید :۔ میری ماں کو بہتر معلوم ہے کہ میرا نام کیا ہے۔

حجاج :۔ خلفاء کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ آیا یہ لوگ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں ؟[5]

سعید :۔ اس کا جواب تو آخرت میں معلوم ہوگا۔ اگر میں جنت میں گیا تو اہل بہشت کو پہچاننے کے بعد جواب دوں گا کہ یہ حضرات اہل بہشت میں سے ہیں یا نہیں۔ اور اگر جہنم میں ڈال دیا گیا تو پھر وہاں کے لوگوں کو پہچاننے کے بعد جواب دے سکوں گا۔

حجاج :۔ خلفاء کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے ؟۔

---

[1] رجال کشی ص ۱۱۹ [2] رجال کشی ص ۴۸۵ [3] مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۲۳۱۔

[4] سعید بن جبیر۔ اے خوش قسمت اور اس کے فرزند کہ جس کی کمی پوری ہو گئی ہو۔ شقی بن کسیر یعنی شقی شکستہ حال کے فرزند۔

[5] اس سوال سے مقصد یہ تھا کہ سعید کے جواب کو ان کے قتل کا بہانہ قرار دیا جائے۔

سعید :۔ میں ان کا کوئی وکیل ہوں۔

حجاج :۔ تم خلفاء میں سے کس کو زیادہ دوست رکھتے ہو؟

سعید :۔ جس کو خدا زیادہ دوست رکھتا ہے۔

حجاج :۔ خدا کس کو زیادہ دوست رکھتا ہے؟

سعید :۔ خدا اس کو بہتر جانتا ہے۔[1]

حجاج :۔ ہنستے کیوں نہیں؟

سعید :۔ وہ کیوں کر ہنس سکتا ہے جس کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور اس بات کا ڈر ہو کہ آتش جہنم اس کو نابود کر دے گی۔

حجاج :۔ پس ہم لوگ کیوں اتنے زیادہ خوش ہیں؟

سعید :۔ لوگوں کے قلوب یکساں نہیں ہوتے ہیں۔

حجاج :۔ (اپنے خادموں سے) ان کو کچھ ہیرے جواہرات دیدو (حکم کے مطابق ہیرے جواہرات سعید کے سامنے ڈال دیئے گئے)

سعید :۔ اگر تم نے یہ مال و دولت اس لئے جمع کیا ہے کہ آخرت میں اس سے فائدہ اٹھاؤ اور خدا کی رضا حاصل کرو۔ تب تو کوئی بات نہیں۔ ورنہ یاد رکھو قیامت اتنی ہولناک اور وحشت ناک ہے کہ ماں اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی۔ بھائی بھائی سے جدا ہو جائے گا اور یہ مال و دولت تمہارے لئے کوئی فائدہ مند ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ وبال جان ہو جائے گا۔ البتہ وہ دولت جو حلال کے ذریعے حاصل کی ہو وہ نقصان نہیں پہنچائے گی۔

حجاج :۔ (خادموں سے) اسباب عیش و عشرت اور موسیقی کے سامان لے آؤ۔

یہ سنتے ہی سعید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

---

[1] رجال کشی ص۱۱۹

حجاج :۔ بتاؤ تمھیں کس طرح قتل کروں ؟

سعید :۔ جس طرح تیرا دل چاہے۔ لیکن یاد رکھ۔ خدا قیامت کے دن تجھے بھی اسی طرح قتل کرے گا۔

حجاج :۔ اگر تم چاہو تو تم کو معاف کردوں۔

سعید :۔ صرف خدا کی بارگاہ سے معافی چاہتا ہوں تجھ سے نہیں۔

حجاج کے حکم کے مطابق قتل کے لئے اسباب فراہم کردیا گیا اور سعید کو مخصوص چٹائی پر بیٹھا دیا گیا۔ اس وقت سعید نے اس آیۂ کریمہ کی تلاوت کرنا شروع کردی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (انعام ۹) اپنے رخ کو اس ذات کی طرف کر رہا ہوں کہ جس نے زمین اور آسمان کو زیور وجود سے آراستہ کیا۔ میں مسلمان ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

حجاج :۔ سعید کے رخ کو قبلہ کی طرف سے پھرا دو۔

سعید :۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ ۱۱۵) جس طرف بھی رخ کرو خدا اس طرف ہے۔

حجاج :۔ سعید کو اوندھا لٹا دو۔

سعید :۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طہ ۵۵) ہم نے تم کو خاک سے پیدا کیا اور پھر خاک میں واپس لے جائیں گے اور پھر تم کو دوبارہ خاک سے اٹھائیں گے۔

حجاج :۔ سعید کے سر و تن میں جدائی ڈال دو۔

سعید :۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اس کے بعد کی دعا یہ تھی۔ "خدایا حجاج کو اب کسی پر مسلط مت فرما"۔

تھوڑی دیر کے بعد حجاج کے حکم سے سعید بن جبیر کا خون ناحق زمین پر بہنے لگا[۱] اور حجاج کے ظلم کی داستان سینۂ گیتی پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت ہوگئی۔

سعید امام زین العابدین علیہ السلام کے وفادار صحابیوں میں سے تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام سعید سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ اور یہی اہل بیت علیہم السلام کی محبت سعید کے قتل کی سبب بنی۔[۲]

۱؎ روضات الجنات ص۳۱۰ طبع قدیم۔ ۲؎ رجال کشی ص۱۱۹۔

صحیفۂ سجّادیہ

دعا کرنا اور مشکلات کے وقت خداوند عالم کی بارگاہ میں دستِ دعا بلند کرنا فطری چیز ہے۔ اور یہی وجہ ہے جس وقت امید کے تمام دریچے بند ہو جاتے ہیں۔ انسان کی زندگی پر مایوسی کے بادل چھا جاتے ہیں ہر طرف سے آسرا ٹوٹ جاتا ہے تو اس وقت انسان خود بخود ایک ایسی ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو مایوسی میں شمع امید بن کر اس کے دل میں جگمگانے لگتی ہے۔ جس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کو ایک خاص قسم کا سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ گویا مانگی مراد مل گئی، پریشانیاں دور ہو گئیں مایوسی کے بادل چھٹ گئے۔ امید کی گھٹائیں چھا گئیں۔

علمائے نفسیات یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ روحِ انسانی کی بہترین غذا "دعا" ہے۔ دعا روح انسانی کو ایک خاص قسم کی فرحت بخشتی ہے۔ دعا غم والم کو دور کرتی ہے۔ اضطراب کو سکون سے پریشانی کو آرام سے تبدیل کر دیتی ہے۔

اسلام جو ایک دینِ فطرت ہے اس نے اس فطری تقاضے کو تشنہ نہیں رکھا۔ بلکہ اس روحی احتیاج کے لئے بہترین اور لاجواب، جواب دعاؤں کی صورت میں پیش کیا ہے۔ ہمارے ائمہ علیہم السلام نے جہاں زندگی کے تمام گوشوں میں شمع ہدایت روشن کی۔ وہاں دعا کے باب میں بھی انسان کی راہنمائی فرمائی ہے۔ اور انسان کو خدا سے دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ مذہب شیعہ کے علاوہ اسلام کے دوسرے فرقوں کا دامن ان جواہرات سے خالی نظر آتا ہے۔

ان دعاؤں کے سلسلے میں ایک عالم کا کہنا ہے کہ :-

(دنیائے اسلام میں دعاؤں کا ایک بہترین اور عظیم ذخیرہ موجود ہے جسمیں تربیت، اخلاق، اور فضائل وعلم کے اعلیٰ جواہر موجود ہیں۔ یہ وہ دعائیں ہیں جو پیغمبر اسلام اور ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں۔ یہ دعائیں ہیں یا حقیقت میں ایک عظیم ترین درسگاہ ہے کہ جس میں توحید، نبوت، امامت، قیامت اور اسلام کے دوسرے موضوعات پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔ اور یہی دعائیں ہیں جو فکر انسانی کو پرواز کا طریقہ بتاتی ہیں عقل انسانی کو شعور وادراک کی دولت عطا کرتی ہیں۔ اور جب تک مسلمان اس عظیم درس گاہ میں باقاعدہ درس حاصل نہ کرلے اس وقت تک اس کی اسلامی شخصیت کامل نہ ہوگی "

خلاصہ یہ "اگر خالق مخلوق سے خطاب کرے تو اسے وحی کہتے ہیں اور مخلوق خالق سے مخاطب ہو تو اس کو دعا کہتے ہیں۔

ان دعاؤں میں "صحیفۂ سجادیہ کی دعائیں خاص اہمیت کی حامل ہیں"۔

جس وقت حوزۂ علمیہ قم سے اہل تسنن کے ایک عظیم عالم تفسیر "الجواھر" کے مصنف کو صحیفۂ سجادیہ ہدیہ کے طور پر ارسال کی گئی تو جواب میں جو شکریہ کا خط ارسال کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :-

> کتاب کو بہت عزت واحترام کے ساتھ اٹھایا۔ علوم ومعارف اسلامی کو جس انداز سے اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور یقیناً یہ ہماری بدبختی ہے کہ آج تک ہم اس عظیم کتاب کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ اور اس بات سے غافل تھے کہ اہلبیت عصمت وطہارت نے کتنا گراں بہا سرمایہ ہماری فکر وعقل کو رشد وکمال کے لئے بخشا ہے۔ میں جس قدر بھی دقت سے اسکا مطالعہ کرتا ہوں تو یہ حقیقت مجسم ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ کلام خالق اکبر

کے کلام سے کم تر اور مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے ۔ واقعاً یہ کتنی عظیم کتاب ہے ۔ آپ نے جو ہدیہ ارسال فرمایا ہے خداوند عالم آپ کو اس کی بہترین جزاء عنایت فرمائے۔[1]

اس کتاب عظیم کی مزید شناخت کے لئے ہم قارئین کی خدمت میں پہلے دعاؤں کی فہرست پیش کر رہے ہیں ۔ اور بعد میں چند دعاؤں کا مختصر سا ترجمہ پیش کریں گے ۔

۱۔ حمد خدا ۔
۲۔ آنحضرت اور آپ کے اہل بیت پر درود وسلام ۔
۳۔ فرشتوں پر درود وسلام ۔
۴۔ پیروان انبیاء کے لئے طلب رحمت ۔
۵۔ اپنے اور دوسروں کے لئے دعا ۔
۶۔ صبح اور شام کے وقت کی دعا ۔
۷۔ پریشانی ومشکلات کے وقت کی دعا
۸۔ برے کردار اور اعمال کے سلسلے میں خدا سے پناہ مانگنا ۔
۹۔ طلب مغفرت کے سلسلے میں اشتیاق ۔
۱۰۔ بارگاہِ خداوندی میں پناہ مانگنا ۔
۱۱۔ انجام خیر کے لئے دعا کرنا ۔
۱۲۔ گناہوں کا اعتراف اور توبہ طلب کرنا ۔
۱۳۔ طلب حاجت ۔
۱۴۔ ظالموں کی شکایت جس وقت آپ کو اذیت پہونچائے ۔ یا جب ظالم کوئی کام انجام دے ۔
۱۵۔ بیماری کے وقت کی دعا ۔

---

[1] مقدمہ "صحیفۂ سجادیہ" طبع آخوندی ۔

۱۶۔ گزشتہ گناہوں کے سلسلے میں طلب مغفرت۔
۱۷۔ شیطان کے مکر و فریب سے بارگاہ خداوندی میں پناہ لینا۔
۱۸۔ جس وقت حاجت پوری ہوجاتی یا کوئی خطرہ رفع دفع ہوجاتا۔
۱۹۔ قحط و خشک سالی کے زمانہ میں بارش کے لئے دعا کرنا۔
۲۰۔ دعائے مکارم الاخلاق۔
۲۱۔ جس وقت آپ کو کوئی بات غمگین کرتی۔
۲۲۔ سختی اور مشقت کے وقت کی دعا۔
۲۳۔ طلب عافیت اور شکر کے لئے دعا۔
۲۴۔ والدین کے حق میں دعا۔
۲۵۔ اولاد کے حق میں دعا۔
۲۶۔ دوستوں اور پڑوسیوں کے حق میں دعا۔
۲۷۔ سرحدوں کے محافظوں کے لئے دعا۔
۲۸۔ بارگاہ خداوندی میں پناہ حاصل کرنا اور خوف کا اظہار۔
۲۹۔ جس وقت روزی میں کمی واقع ہو۔
۳۰۔ فرائض کی ادائیگی میں خداوند عالم سے مدد حاصل کرنا۔
۳۱۔ توبہ طلب کرنے کے لئے۔
۳۲۔ نماز شب کے بعد کی دعا۔
۳۳۔ طلب خیر کے لئے دعا۔
۳۴۔ جس وقت کوئی مشکل پیش آتی یا کسی کو گناہ میں ملوث دیکھتے۔
۳۵۔ قضا و قدر پر رضایت کے لئے دعا۔
۳۶۔ بجلی چمکنے وقت کی دعا۔

۳۷۔ اس بات کے اعتراف میں کہ صحیح معنوں میں خدا کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔
۳۸۔ لوگوں کے حقوق کی عدم ادائیگی کے سلسلے میں دعا۔
۳۹۔ طلب عفو و رحمت۔
۴۰۔ جس وقت موت کو یاد کرتے یا کسی کی خبر مرگ سنتے۔
۴۱۔ گناہوں سے پردہ پوشی کے لئے۔
۴۲۔ قرآن ختم ہونے کی دعا۔
۴۳۔ چاند دیکھتے وقت۔
۴۴۔ پہلی رمضان کی دعا۔
۴۵۔ رمضان مبارک کو وداع کرتے وقت کی دعا۔
۴۶۔ عیدالفطر اور جمعہ کے دن کی دعا۔
۴۷۔ عرفہ کے دن کی دعا۔ (۹ ذی الحجہ)
۴۸۔ عید قرباں کی اور جمعہ کے دن کی دعا۔
۴۹۔ دشمنوں کے مکر و فریب سے نجات کے لئے۔
۵۰۔ خوفِ خدا کے لئے۔
۵۱۔ تضرع و زاری۔
۵۲۔ طلب حاجت میں اصرار۔
۵۳۔ بارگاہِ خداوندی میں تواضع۔
۵۴۔ غم و الم کو دور کرنے کے لئے۔

صحیفۂ سجادیہ کی مختلف شرحیں عربی اور فارسی اور دوسری زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ آقائے بزرگ تہرانی اعلی اللہ مقامہ نے اپنی بے نظیر کتاب "الذریعہ" میں تقریباً ستر شرحیں ذکر کی ہیں جو اس عظیم کتاب کے سلسلے میں لکھی

گئی ہیں[1] ان میں سے سید علی خاں کبیر نے جو شرح تحریر فرمائی ہے اسکو مختصر کرکے (تلخیص الریاض) کے نام سے تین جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ ان شرحوں کے علاوہ صحیفۂ سجادیہ کے مختلف ترجمہ بھی کئے گئے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکے۔

اب آخر کلام میں قارئین کی خدمت میں جیسا کہ وعدہ کیا گیا تھا چند دعاؤں کا مختصر ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

لیجئے یہ صحیفۂ سجادیہ کی آٹھویں دعا پیش خدمت ہے۔

"خدایا میں تیری بارگاہ میں حرص کی طغیانی سے، غیظ و غضب کی سرکشی سے، حسد کے غلبہ سے، صبر کی ناتوانی سے، قناعت کی کمی سے، بدخلقی سے، خواہشات کی پیروی سے، راہِ ہدایت کی مخالفت سے، غفلت کی نیند سے، ضرورت اور حاجت سے زیادہ روزی حاصل کرنے سے، باطل کو حق پر ترجیح دینے سے، گناہوں کو حقیر شمار کرنے سے، اطاعت و بندگی کو بزرگ شمار کرنے سے، ثروت مندوں سے رقابت اور ان سے مقابلہ کرنے سے، فقیروں کو ذلیل کرنے سے، خادموں سے بد رفتاری سے پیش آنے سے، احسان فراموشی سے پناہ مانگتا ہوں۔

"خدایا میں تیری بارگاہ میں پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی ظالم کی کمک کروں یا کسی مظلوم کا حق لینے میں تساہلی اور کاہلی سے کام لوں۔ ناحق کسی چیز کو طلب کروں یا کسی معاملہ میں بغیر سوچے سمجھے رائے دوں۔"

بارالٰہ میں تیری بارگاہ میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ کسی کے حق میں خیانت کروں یا اپنے اعمال و کردار سے راضی رہوں اور لمبی لمبی آرزوئیں کروں۔

خدایا پناہ مانگتا ہوں باطنی برائیوں سے، گناہ کو حقیر اور چھوٹا سمجھنے سے، شیطان کے تسلط سے، مصیبت میں گرفتار ہونے سے، حاکم وقت کے ظلم و ستم سے۔

---

[1] الذریعہ ج ۱۳ صفحہ ۳۴۵۔

خدایا میں اسراف سے، رزق و روزی کی کمی سے، دشمنوں کی خوشی سے، دوسروں کے سامنے دست سوال پھیلانے سے، سختی اور مشقت کی زندگی بسر کرنے سے، پناہ مانگتا ہوں۔

خداوندا اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ قبل اس کے کہ موت کے لئے آمادہ ہوں موت آجائے۔

خداوندا میں حسرت و یاس سے، مصیبت و بلا سے، بدترین شقاوت سے انجام کی بدی سے، ثواب کی محرومی سے، اور عذاب میں گرفتار ہونے سے پناہ مانگتا ہوں۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمتیں نازل فرما۔ مجھے اور تمام لوگوں کو اپنی رحمت وکرم کے صدقے میں تمام برائیوں سے دور رکھ۔ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

بیسویں دعا

"مکارم اخلاق"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

میرے ایمان کو کامل ترین ایمان کے درجہ پر فائز فرما۔ میرے یقین کو بہترین یقین قرار دے۔ میری نیت کو بہترین نیت اور میرے اعمال کو بہترین اعمال کا درجہ عنایت فرما۔ خدایا اپنے لطف وکرم سے میری نیت کو کامل فرما۔ جو چیز تیرے پاس ہے اس کے بارے میں میرے یقین کو محکم فرما۔ اور جو چیزیں میں نے فاسد کر دی ہیں اپنی قدرت سے ان کی اصلاح فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ وہ افکار جو مجھے اپنی ذات کی طرف متوجہ کرتے ہیں ان سے نجات دلا۔ ان اعمال کے انجام دینے کی توفیق عنایت فرما جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ جس مقصد کے لئے مجھے پیدا کیا ہے اس میں مجھے منہمک فرما۔ مجھے غنی کر، میری روزی میں اضافہ فرما۔ ناشکری اور

خود غرضی میں مبتلا نہ فرما، عزت عطا فرما لیکن تکبر سے دور رکھ، عبادت کی توفیق عنایت فرما لیکن خود بینی کی بنا پر اس کو فاسد مت فرما۔ میں لوگوں کے ساتھ احسان تو کروں لیکن جتاؤں نہیں مجھے بہترین اخلاق کردار سے آراستہ فرما لیکن غرور میں مبتلا نہ کر۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ مجھے لوگوں کے درمیان عزت عطا فرما۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ مجھے خود اپنے نفس کے نزدیک ذلیل قرار دے۔ اور جس قدر مجھے معاشرے میں عزت و مقام عنایت فرما اتنا ہی مجھے اپنے نفس کے نزدیک ذلیل و خوار قرار دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ ایسی ہدایت فرما کہ پھر نہ بھٹکوں۔ اس طرح راہ حق پر گامزن فرما کہ پھر اس سے روگردانی نہ کروں۔ ایسی نیت عنایت فرما کہ جس میں شک و تردید کا گذر نہ ہو۔ اگر میری عمر تیری راہ میں صرف ہو رہی ہو تب طول عمر عنایت فرما۔ اور اگر میری زندگی شیطان کی پناہ گاہ ہو تو قبل اس کے کہ میں عذاب کا مستحق ہوں مجھے موت دیدے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ مجھ میں جتنی بھی بری صفتیں ہیں ان کی اصلاح فرما۔ وہ عیوب جو نفرت کا باعث بنیں ان کو مجھ سے دور فرما۔ اور اگر کوئی اچھی خصلت مجھ میں ناقص رہ گئی ہو تو اس کو درجۂ کمال تک پہونچا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ دشمنوں کی دشمنی کو دوستی میں، حاسدین کے حسد کو نیکی و محبت میں، جو لوگ اعتماد نہیں رکھتے ان کی عدم اعتمادی کو اعتماد و اطمینان میں، عزیزوں کی برائی کو بھلائی میں، اعزاء کے مدد نہ کرنے کو مدد کرنے میں، چاپلوس کو چاپلوسی کے خلوص میں، دوستوں کے غصے کو محبت میں اور ظالم سے ترس و خوف کو سکون و اطمینان میں تبدیل فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ جو شخص مجھ پر ظلم کرے اس کے مقابلہ میں

قدرت، جو شخص میری ناحق مخالفت کرے اس کے مقابلے میں قوت بیان، دشمن کے مقابلہ میں فتح، جو شخص مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے اس کے مقابلہ میں بصیرت، اور ظالم کے ظلم سے نجات عنایت فرما۔ مجھے اس بات کی توفیق عنایت فرما کہ اگر کوئی شخص اچھائیوں کی طرف دعوت دے تو اس کی اطاعت، اور جو کوئی مجھے ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کرے اس کی پیروی کر سکوں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ مجھے ایسی توفیق عنایت فرما کہ جس کے ذریعہ میں خیانت کا بدلہ نیکی سے۔ قطع رحم کا بدلہ صلہ رحم سے، محرومی کا بدلہ بخشش وعطا سے، جس شخص نے مجھے چھوڑ دیا ہے اس کا بدلہ دوستی سے جس نے میری برائی یا غیبت کی ہو اس کا بدلہ ذکر خیر سے دوں۔ گناہوں سے چشم پوشی کر دوں اور اچھائیوں کے مقابلہ میں شکر گذار رہوں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ خدایا مجھے اچھائیوں کے زیور اور پرہیزگاری کی خوبیوں سے آراستہ فرما۔ تاکہ میں عدل و انصاف کی نشر و اشاعت کر سکوں، غم و غصہ کو ٹھنڈا کر سکوں، فتنہ و فساد کی آگ کو خاموش کر سکوں۔ پراگندہ قلوب کو ایک نقطہ پر جمع کر سکوں۔ لوگوں کے درمیان اصلاح کر سکوں مسلمانوں کی اچھائیوں کو نشر کر سکوں، اور ان کی برائیوں پر پردہ پوشی کر سکوں، نرمی، تواضع، خوش اخلاقی، وقار سنجیدگی، نیکی اور حسن معاشرت کو اپنا سکوں۔ ....

رسالۂ حقوق

امام زین العابدین علیہ السلام کے آثار میں سے ایک بڑی ہی قیمتی چیز جو باقی رہ گئی ہے وہ آپ کا "رسالۂ حقوق" ہے۔ اس کو ابن شعبۃ الحرانیؒ نے اپنی کتاب "تحف العقول" میں تفصیل کے ساتھ اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے "من لا یحضرہٗ الفقیہ" "خصال" اور

امالی میں اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔[1]

رسالۂ حقوق کا ترجمہ قارئین محترم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ ہم سب کو توفیق عنایت فرمائے کہ اس رسالۂ حقوق پر عمل کر کے خدا کی رضا حاصل کر سکیں۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام کے قلب مبارک کو خوشنود کر سکیں آمین۔

ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

حق خدا۔ یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ کسی اور کو معبود قرار نہ دو۔ اور اگر خلوص سے خدا کی عبادت کی تو وہ دنیا و آخرت دونوں کو سنوار دے گا۔

حق نفس۔ یہ ہے کہ اس کو خداوند عالم کی عبادت میں لگاؤ۔

حق زبان۔ یہ ہے کہ اس کو بری اور بیہودہ باتوں سے روکے رکھو۔ اچھی باتوں کے لئے استعمال کرو۔ اور ایسی بات مت کرو کہ جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ لوگوں کے ساتھ نیکی اور خوبی کا سلوک کرو۔

حق گوش۔ (کان) کسی کی غیبت نہ سنو۔ بلکہ اس کو تمام حرام چیزوں (غنا موسیقی .....) سے محفوظ رکھو۔

حق چشم۔ یہ ہے کہ حرام چیزوں کی طرف نگاہ نہ کرو۔ اور عبرت انگیز مناظر دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔

حق دست۔ یہ ہے کہ اس سے فعل حرام انجام نہ دو۔

حق پا۔ (پیر) یہ ہے کہ حرام جگہوں پر نہ جاؤ بلکہ صراط مستقیم پر گامزن رہو۔ اور ہوشیار رہو کہ کوئی تمہیں صراط مستقیم سے منحرف نہ کرنے پائے۔

حق شکم۔ یہ ہے کہ اس کو حرام چیزوں سے پُر نہ کرو۔ اور ضرورت سے زیادہ مت کھاؤ۔

---

[1] تحف العقول صفحہ ۱۸۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ صفحہ ۶۱۸، خصال صفحہ ۵۶۴، امالی صفحہ ۲۲۱۔

حق عورت۔ (شرم گاہ) یہ ہے کہ اس کو زنا فحشا اور منکر سے محفوظ رکھو۔

حق نماز۔ یہ ہے کہ جان لو کہ نماز خداوند عالم کے حضور میں حاضری ہے۔ خدا کی عظمت وجلال کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اور جب تمہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا تو اس طرح سے کھڑے ہو جاؤ گے کہ جس طرح سے ایک معمولی سا غلام ایک عظیم ترین بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس وقت تمہاری تمام توجہات اس معبود حقیقی کی طرف ہوں گی۔

حق حج۔ یہ ہے کہ حج بارگاہ خداوند عالم میں حاضر ہونا ہے۔ اور گناہوں سے مغفرت واستغفار کی طرف سفر کرنا ہے۔ حج توبہ کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔ حج اس واجب کام کا انجام دینا ہے جو خدا نے تم پر واجب کیا ہے۔

حق روزہ۔ یہ ہے کہ روزہ ایک پردہ سا ہے۔ جو کہ آنکھوں، کان، شکم، دہن اور عورتیں پر پڑجاتا ہے یہ پردہ تم کو آتش جہنم سے نجات دلاتا ہے۔ مگر یاد رکھو اگر تم نے روزہ نہیں رکھا تو تم نے اپنے ہاتھوں سے اس پردے کو چاک کر دیا ہے اور اب تمہارے اور آتش جہنم کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہیں رہا ہے۔

حق صدقہ۔ یہ ہے کہ جو چیز بھی صدقہ دیتے ہو وہ خدا کے پاس محفوظ ہے اور اس سلسلے میں کسی شاہد و گواہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب تمہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا تو تم پوشیدہ طور سے زیادہ صدقہ دو گے بہ نسبت ظاہر بظاہر صدقہ دینے کے۔ یقین رکھو صدقہ دنیا میں آفتوں اور بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ اور آخرت میں آتش جہنم سے نجات کا باعث بنتا ہے۔

حق قربانی۔ یہ ہے کہ اس کو خداوند عالم کا نام لیکر ذبح کرو۔ نہ کہ کسی اور کا، اور اس قربانی کے ذریعہ سے قیامت کے دن رضائے خدا کے علاوہ اور کچھ مت طلب کرو۔

حق استاد۔ یہ ہے کہ اس کا احترام کرو، اس کے سامنے ادب سے بیٹھو۔ اس کی باتوں کو غور سے سنو، اس کے سامنے زیادہ زور سے کلام نہ کرو۔ اگر کسی نے استاد سے کچھ سوال کیا ہے

تو تم استاد سے پہلے جواب نہ دو۔ اس کے سامنے کسی اور سے گفتگو نہ کرو۔ اگر کوئی استاد کی برائی کرے تو استاد کی طرف سے اس کا دفاع کرو، اس کی برائیوں کی پردہ پوشی کرو اس کی اچھائیوں کو نشر کرو۔ استاد کے دشمن کو دوست نہ بناؤ، اور اسی طرح استاد کے دوست کو دشمن نہ بناؤ۔

اگر تم نے ان باتوں پر عمل کیا تو یہ جان لو کہ تمام فرشتے اس بات کی گواہی دیں گے کہ تم نے رضایت خدا کی خاطر تعلیم حاصل کی نہ کہ دنیا کے لئے۔

حق شاگرد: یہ ہے کہ خداوند عالم نے تم کو جو علم کی دولت عطا کی ہے اور تم کو علم سے مالا مال کیا ہے اس کا حق یہ ہے کہ اگر کوئی اہل مل جائے تو اس دولت کو اس تک پہنچا دو لیکن یہ بات یاد رہے کہ لوگوں کو علم کی دولت سے آشنا کراتے وقت غم و غصہ کے بجائے نرمی اور تواضع سے کام لو جس کے نتیجے میں خداوند عالم تمہارے لئے فضل و کرم کے دریچے کھول دیگا۔ لیکن اگر تم نے اپنے علم سے دوسروں کو محروم رکھا تو خدا کے لئے سزاوار ہے کہ جتنا علم تمہارے پاس ہے اس کو بھی چھین لے، اور تمہاری عزت کو ذلت کی خاک میں ملا دے۔

حق زوجہ: یہ ہے کہ اس کو خداوند عالم نے تمہارے لئے سکون و اطمینان، انس و محبت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور یہ ایک نعمت خدا ہے۔ لہٰذا تم پر یہ بات لازم ہے کہ تم اس کے ساتھ خوش رفتاری اور حُسن سلوک سے پیش آؤ۔ اگرچہ تمہارا حق زوجہ پر واجب ہے لیکن شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ نیکی کا برتاؤ کرو۔

حق مادر: یہ ہے کہ اس نے تمہارا بار اٹھایا جبکہ کوئی تمہارا بار نہ اٹھاتا۔ اپنے خون سے تمہاری پرورش کی جبکہ کوئی اس فداکاری کے لئے تیار نہ تھا۔ خود بھوکی پیاسی رہی مگر تمکو تکلیف نہ ہونے دی۔ خود کے پاس کپڑے نہیں تھے لیکن تم کو ہر قسم کی گرمی سردی سے محفوظ رکھا۔ خود چلچلاتی دھوپ میں بھٹکتی رہی، لیکن تم کو اذیت نہ ہونے دی۔ تمہارے واسطے راتوں

کی نیند حرام کی، اپنے کو فنا کر دیا تاکہ تم باقی رہو اور پلو بڑھو۔ تو کیا یہ سزاوار نہیں ہے کہ تم ہمیشہ اس کا کہنا مانو اس کا شکر ادا کرو۔ نیکی کا برتاؤ کرو۔ لیکن یہ سب اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب توفیق الٰہی تمہارے شامل حال ہو جائے۔

حق پدر۔ یہ ہے کہ وہ تمہاری اصل واساس ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو تمہارا وجود نہ ہوتا۔ لہٰذا اگر تمہیں کوئی نعمت ملے تو خیال رکھو کہ اس کی اصل واساس وہ ہے اس کے ساتھ احسان کرو۔ اور اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرو۔

حق فرزند۔ یہ ہے کہ بس یہ خیال رکھو کہ تم اس کی اصل واساس ہو۔ اس کی سعادت وشقاوت تم سے وابستہ ہے۔ اس کی تربیت تمہارے ذمہ ہے۔ دین کی باتوں سے آشنا کرانا تمہارا فریضہ ہے۔ اچھے اور نیک کاموں میں اس کی مدد کرو۔ تاکہ وہ باقاعدہ خدا کی عبادت کر سکے۔ بس اتنا یاد رکھو کہ اگر تم نے اس کی اچھی تربیت کی تو تم کو اس کا ثواب ملیگا اور اگر اس کی تربیت کی طرف توجہ نہ دی اور غافل رہے اور اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تو اس کا عذاب تمہاری گردن پر ہوگا۔

حق برادر۔ یہ ہے کہ وہ تمہارا قوت بازو ہے۔ تمہارا عزت و وقار ہے۔ اس کو خدا کی معصیت کا ذریعہ قرار نہ دو۔ دشمن کے مقابلے میں اس کی مدد کرو۔ ہمیشہ اس کے خیر خواہ رہو۔ اگر وہ راہ خدا میں قدم نہ اٹھائے اور اس کی عبادت میں مشغول نہ ہو تو اس صورت میں خدا کو بزرگ و برتر سمجھو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ بھائی کی محبت تم کو گناہ میں ملوث کر دے۔

حق محسن۔ یہ ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرو۔ اس کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھو۔ اس کو ہمیشہ نیکی سے یاد کرو۔ اس کے لئے بارگاہ خداوندی میں خلوص سے دعا کرو۔ خلوت وجلوت میں اس کے شکر گذار رہو۔ اور اگر موقع مل جائے تو اس کے احسان کا بدلہ احسان سے دو۔

حق امام جماعت۔ یہ ہے کہ امام جماعت تمہارے اور خدا کے درمیان ایک

وسیلہ اور واسطہ ہے۔ اور اس عظیم عہدہ کو اس نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ وہ تمہارا ترجمان ہے، وہ تمہارے لئے دعا کرتا ہے نہ کہ تم اس کے لئے۔ گر نماز میں کچھ نقص و کمی ہو تو اس کے ذمہ ہے اور اگر تمام تر کامل ہو تو تم اس میں برابر کے شریک ہو۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کو تمہارے اوپر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اس نے تمہاری جان کی اپنی جان کی طرح اور تمہاری نماز کی اپنی نماز کے ساتھ حفاظت کی ہے۔ اب تم پر جو لازم ہے وہ یہ کہ تم اس کے شکر گزار رہو۔

حق ہم نشین۔ یہ ہے کہ اس کے ساتھ نرمی اور عدل انصاف سے گفتگو کرو۔ اور بغیر اس کی اجازت کے کہیں جاؤ نہیں۔ لیکن اس کو تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی لغزشوں کو فراموش کر ڈالو۔ اس کی اچھائیوں کو یاد رکھو اور ہمیشہ اس کے خیر خواہ رہو۔

حق ہمسایا۔ (پڑوسی) یہ ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے حقوق کی رعایت کرو۔ اس کی موجودگی میں اس کا احترام اور اس کی مدد کرو۔ اس کی عیب جوئی مت کرو اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرو۔

اگر نصیحت کی اہلیت رکھتا ہو تو اس کی نصیحت کرو۔ سختیوں اور پریشانیوں میں اس کا ساتھ مت چھوڑو۔ لغزشوں سے درگزر کرو اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

حق دوست۔ یہ ہے کہ عدل و انصاف اور مہربانی سے اس سے گفتگو کرو اور جس طرح سے وہ تمہارا احترام کرتا ہے ویسا ہی تم اس کا احترام کرو۔ اور ایسا نہ ہونے دو کہ احترام کرنے میں وہ تم سے سبقت لے جائے اور جس طرح سے وہ تمہارے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے تم بھی اسی طرح پیش آؤ۔ اور اگر یہ دیکھو کہ کوئی گناہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس سے باز رکھو۔ اس کے لئے ابر رحمت و کرم بنے رہو اور عذاب کا باعث نہ ہو۔

حق شریک۔ یہ ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کی کفالت کرو اور موجودگی میں

اس کے حقوق کی رعایت کرو۔ اس کے خلاف بات مت کرو۔ اس کے مشورہ کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاؤ اس کے مال کی حفاظت کرو، اس کے حق میں ذرا بھی خیانت نہ کرو۔ کیونکہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خدا ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے تو ایک دوسرے کے حق میں خیانت نہ کرو۔

حقِ مال۔ یہ ہے کہ صرف حلال کے ذریعہ سے حاصل کرو اور حلال کاموں میں ہی صرف کرو۔ اور نااہل کو اپنے اوپر مقدم نہ کرو، مال کو اطاعت اور خوشنودئ خدا میں صرف کرو، بخل سے کام نہ لو۔ کیونکہ اگر بخل سے کام لیا تو قیامت کے دن شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

حق قرض خواہ۔ یہ ہے کہ اگر تمھارے پاس ہو تو بخل سے کام نہ لو۔ اور اگر نہ ہو تو حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ نیکی اور نرمی سے اس کا جواب دو۔

حق رفاقت۔ یہ ہے کہ جو کوئی تمھارے ساتھ اٹھے بیٹھے اس کو دھوکہ مت دو اور خدا سے ڈرتے رہو۔

حق دشمن۔ یہ ہے کہ اگر تمھارے بارے میں کوئی بات کہے اور سچی بات ہو تو تم خود اس کے گواہ بنو، اس کے حق کو ادا کرو، ظلم و ستم سے کام نہ لو۔ اور اگر اس نے جو بات کہی ہے وہ درست نہیں ہے تب بھی اس کے ساتھ خوش رفتاری سے پیش آؤ۔ اور ایسا کوئی اقدام نہ کرو کہ جس سے خدا ناراض ہو۔

تمھارا حق دشمن پر۔ یہ ہے کہ تم نے اس کے سلسلے میں جو بات کہی ہے اور وہ درست ہے تو اس کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔ اور اگر وہ بات درست نہیں ہے تو اپنی بات کو واپس لے لو اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرو۔

مشورہ دینے والے کا حق۔ یہ ہے کہ اگر جانتے ہو اور علم رکھتے ہو تب تو اس کی صحیح معنوں میں راہنمائی کرو۔ اور اگر علم نہیں رکھتے ہو تو اس کو اس شخص کے پاس بھیج دو جو اس مسئلہ کا علم رکھتا ہو۔

مشورہ کرنے والے کا حق۔ یہ ہے کہ اگر اس کی رائے تمھارے موافق نہیں

ہے تو اس کو بدنام نہ کرو۔ اور اگر تمھاری رائے کے موافق ہے تو اس پر خدا کا شکر ادا کرو۔

نصیحت چاہنے والے کا حق۔ یہ ہے کہ اس کو اچھی بات کی نصیحت کرو اور نصیحت کرتے وقت مہربانی سے پیش آؤ۔

نصیحت کرنیوالے کا حق۔ یہ ہے کہ تواضع سے پیش آؤ اس کی بات غور سے سنو اگر اچھی بات کہہ رہا ہو تو شکر خدا کرو۔ اور اگر صحیح بات نہ کہہ رہا ہو تب بھی نرمی سے پیش آو۔ لیکن بدنام نہ کرو۔

بڑے بھائی کا حق۔ یہ ہے کہ اس کا احترام کرو اس لئے کہ وہ تم سے سن میں بڑا ہے۔ اس کی عزت کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے اسلام لایا ہے۔ اس سے لڑائی نہ کرو۔ اس کے آگے آگے نہ چلو۔

چھوٹے بھائی کا حق۔ یہ ہے کہ پڑھاتے وقت یا کوئی چیز دیتے وقت مہربانی سے پیش آؤ۔ اس کے عیب کو چھپاؤ۔ اچھے کاموں میں اس کی مدد کرو۔

سوال کرنے والے کا حق۔ یہ ہے کہ جس قدر اس کو ضرورت ہو اتنا اسے عطا کردو۔

جس سے سوال کیا جائے اس کا حق۔ یہ ہے کہ اگر تم کو کوئی چیز دے تو اس کا شکریہ ادا کرو۔ اور اگر تم سے معذرت چاہے تو اس کے عذر کو قبول کرلو۔

جس نے تم کو خوش کیا اس کا حق۔ یہ ہے کہ اگر اس نے تم کو خدا کے لئے خوش کیا ہے تو پہلے خدا کا اور بعد میں اس کا شکریہ ادا کرو۔

جس نے تمھارے ساتھ برا سلوک کیا ہو۔ اس کا حق یہ ہے کہ اسس کو معاف کردو۔ لیکن اگر یہ جانتے ہو کہ تمھارے معاف کردینے سے وہ اور زیادہ شیر ہو جائے گا تو اس کو مناسب سزا دو۔ کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ "جس پر ظلم کیا گیا ہے اگر وہ ظالم سے انتقام لے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے" (سورۂ شوریٰ آیۃ ۴۱)

برادرِ دینی کا حق ۔ یہ ہے کہ اس کے لئے سلامتی کی دعا کرو۔ اگر وہ کسی برے کام میں ملوث ہے تو اس سے نرمی سے پیش آؤ۔ اس کی اصلاح کی فکر کرو۔ اچھے لوگوں کے حق میں شکر گزار رہو ان کو تکلیف نہ دو۔ جو چیز تم اپنے لئے چاہتے ہو وہی ان کے لئے بھی چاہو۔ اور جو چیز تم اپنے لئے نہیں پسند کرتے وہ ان کے لئے بھی پسند مت کرو۔ بوڑھوں کے ساتھ باپ جیسا، بوڑھیوں کے ساتھ ماں جیسا، جوانوں کے ساتھ بھائی جیسا اور چھوٹوں کے ساتھ فرزند جیسا سلوک و برتاؤ کرو۔

خدایا بحق محمد و آل محمد ہم سب کو توفیق عنایت فرما کہ ہم ان حقوق پر عمل کر سکیں اور تیری رضا حاصل کر کے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قلب مبارک کو خوشنود کر سکیں

(آمین)

امام کی شہادت

جیسا کہ مشہور ہے ۲۵ر محرم الحرام ۹۵ھ میں ، ۵۷ سال کی عمر میں شہادت پائی آپ کی زندگی شروع سے آخر تک غم والم میں گھری رہی۔[1]

ظلم کہتا تھا کرو آہ کہ جل جائے جہاں
صبر کہتا تھا نہیں سید سجاد نہیں

ظالم وجابر اموی بادشاہ ولید بن عبد الملک کے حکم سے خونخوار ہشام بن عبد الملک نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا۔

جنت البقیع میں جہاں پر دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی ہے نہ قبر مبارک پر کوئی چراغ جلتا ہے۔ زندان شام کا منظر معلوم ہوتا ہے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ گرچہ حکومتوں نے چاہا کہ نام ونشان مٹا دیں۔ لیکن ہر شیعہ کے دل میں ان کی ولایت ومحبت ہے اور قبر مطہر سارے دنیا کے شیعوں کی زیارت گاہ ہے۔

الاحقر
عابدی
مدرسہ مجتبیہ۔ قم۔ ایران
۱۹ر ذیقعدۃ الحرام ۱۳۹۷ھ

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۳۱۱

رہنمائے کتاب

عرض مترجم	۵	اصحاب امام	۳۰
ایک خاکہ	۷	سعید بن جبیر	۳۱
اخلاقِ امام	۷	صحیفۂ سجادیہ	۳۵
عظمت امام	۱۱	دعاؤں کی فہرست	۳۷
امام مسلمانوں کو بیدار کرتے ہیں	۱۲	آٹھویں دعا	۴۰
امام شام میں	۱۶	مکارم اخلاق	۴۱
امام مسجد شام میں	۱۸	رسالۂ حقوق	۴۳
بیمار امام	۲۳	انسان اور دوسرے کے حقوق	۴۴
امام اور والیان حکومت	۲۴	شہادت امام	۵۲
امام اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت	۳۰		

دینی مراسلاتی کورس

لادینیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے جوان اور نوجوان نسل کو محفوظ رکھنے کے لئے ادارۂ اصول دین قم ایران نے ۳۰ اسباق پر مشتمل ایک مراسلاتی کورس تیار کیا ہے ۔

ان اسباق کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہندوستان میں اس کا اُردو ترجمہ ادارۂ نور اسلام نے شائع کیا ہے ۔ یہ اسباق ادارے کی طرف سے مُفت تقسیم کئے جاتے ہیں ۔

آپ صرف ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعے یہ اسباق ادارے سے حاصل کرسکتے ہیں ۔

ہمارا پتہ :-

نورِ اسلام امامباڑہ فیض آباد (یوپی)

ادارۂ "نورِ اسلام" کی مطبوعات

۱ ـ	انقلاب ایران	۵۰ ــ ۳
۲ ـ	فلسفۂ انتظار	۵۰ ــ ۱
۳ ـ	دین و دیانت	۵۰ ــ ۳
۴ ـ	نظامِ اسلام	۵۰ ــ ۴
۵ ـ	امام زین العابدین علیہ السّلام	۰۰ ــ ۳
۶ ـ	امام محمد باقر علیہ السّلام	۵۰ ــ ۱
۷ ـ	امام جعفر صادق علیہ السّلام	۰۰ ــ ۵
۸ ـ	امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام	۵۰ ــ ۲
۹ ـ	حیاتِ آخرت	۵۰ ــ ۴
۱۰ ـ	الحج	۵۰ ــ ۴
۱۱ ـ	کربلا شناسی	زیرِ طبع
۱۲ ـ	توحید	"
۱۳ ـ	عدل	"
۱۴ ـ	امام علی رضا علیہ السّلام	"

نورِ اسلام امامباڑہ فیض آباد (یوپی)